حضرت جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ بزرگ کی رحلت

محمد اعجاز مصطفی

حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، جناب جام شوق محمد قدس سرہٗ کے فرزندِ ارجمند، شہیدِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ بزرگ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم کے دوست ورفیق، مولانا مفتی محمد سہیل حفظہ اللہ کے والد ماجد حضرت مولانا رب نواز صاحب اس دنیائے رنگ وبو کی اکیاسی بہاریں دیکھ کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہیٔ عالم آخرت ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمی۔ ایک حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ’’نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے اور انسانیت کی تلچھٹ پیچھے رہ جائے گی، جیسے ردی کھجور یا ردی جَو، حق تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔‘‘ (مشکوۃ)

آج جب ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ علما وصلحا تیزی سے دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں۔ علما کے اُٹھ جانے سے علم بھی کم ہوتا جارہا ہے۔ لفظی موشگافیاں، بحث برائے بحث میں تو اضافہ ہورہا ہے، مگر وہ حقیقی علم جو معرفتِ ذاتِ حق کا ذریعہ بنتا ہے اور عمل پر آمادہ کرتا ہے وہ ناپید ہوتا جارہا ہے۔ ان علما وصلحا کے تیزی سے اٹھنے سے معلوم ہوتا ہے قیامت کا زمانہ قریب سے قریب تر ہوتا جارہا ہے۔ کیوں کہ جیسا کہ درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کی بقا بلکہ انسانیت کی بقا کا دارومدار علم صحیح، اور عمل صالح پر ہے، یہ دونوں چیزیں انسانیت کے بنیادی جوہر ہیں اور ان کی موت انسانیت کی موت ہے۔ علما وصلحا کے اٹھتے چلے جانے سے ان دونوں چیزوں (علم صحیح اور عمل صالح) میں کمی واقع ہورہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے کہ جو لوگ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے سامنے اُمت کے لیے رونے والے تھے، جن کے نالہ ہائے نیم شبی، بارگاہِ خداوندی میں گریہ وزاری، جن کا سوز وگداز پوری اُمت کے لیے ان کی بد اعمالیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اللہ کے عذاب کے سامنے ڈھال بنا ہوا تھا، وہ

ایک ایک کر کے اس دنیا سے رخصت ہو کر عالم آخرت کے مسافر بنتے جارہے ہیں۔

ابھی چند دنوں پہلے تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہم سے رخصت ہوئے، ان کے جانے کی صدائے بازگشت ابھی ختم نہ ہو پائی تھی کہ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی حضرت مولانا رب نواز جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت مولانا رب نواز جید عالم دین، متقی و پرہیزگار، انتہائی متواضع اور منکسر المزاج شخص تھے۔ عبادت خصوصاً تلاوتِ قرآن کریم کا خاص ذوق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ وقت کو ضائع کرنے کے بجائے ہمہ وقت اسے قیمتی بنانے میں مشغول رہتے تھے۔ وہ یقیناً اپنے اخلاق کریمانہ اور اپنے زہد وتقویٰ کی بنا پر یادگار اسلاف تھے۔

شناختی کارڈ کے مطابق مولانا رب نوازؒ کی پیدائش ۱۹۳۹ء کی ہے، لیکن ان کی اولاد کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ ان کی پیدائش ۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ء میں ہوئی، واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کے والد ماجد حضرت الحاج جام شوق محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے علاقہ نوراجہ بھٹہ جلالپور پیروالا میں اچھے کھاتے پیتے زمین داروں میں شمار ہوتا تھا۔ پورے علاقہ میں ان کی شرافت و دیانت کا شہرہ تھا۔ اپنے علاقہ کے سرپنچ تھے اور دور دور سے لوگ اپنے خصومات اور جھگڑوں کے فیصلے آپ کے پاس لے کر آتے تھے اور ان کے انصاف پر مبنی اور درست فیصلوں کی بنا پر ان کی انصاف پرستی زبان زدِ عام تھی۔ صوم وصلوٰۃ کے شروع سے پابند تھے، مگر دنیاداری بہرحال غالب تھی۔

ایک مرتبہ اپنے ماموں کی وساطت سے مولانا حافظ محمد موسیٰ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو دل کی کائنات ہی بدل گئی۔ دنیاداری کو لات ماری اور اپنی اصلاح وتربیت میں زندگی صرف کرنے لگے، اپنی پہلی زندگی پر افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ گھر کا ماحول گرچہ قدرے دینی تھا، مگر اکابر سے تعلق کے بعد پختہ دینداری کا ماحول پیدا ہوگیا۔ اسی دینداری کے نتیجہ میں اپنی اولاد کو دینی تعلیم میں لگادیا۔ مولانا رب نوازؒ کو بھی دینی تعلیم کے حصول میں لگایا۔ آپ کے بڑے بھائی دورانِ تعلیم وفات پاگئے، اس طرح مولانا رب نواز صاحبؒ اپنے خاندان میں پہلے عالم دین تھے۔

مولانا رب نواز صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، اس کے بعد اس وقت کے مشہور عالم دین علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر مولانا غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخل ہوئے، دو یا تین سال وہاں پڑھا۔ اسی دوران شدید بیمار ہوئے جس کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ مسلسل جاری رکھنا مشکل ہوا اور عارضی طور پر تعلیمی سلسلہ میں تعطل پیدا ہوگیا۔ ۱۹۵۷ء میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ عربیہ مخزن العلوم میں داخلہ لیا اور اسی مدرسہ سے سند فراغ حاصل کی۔ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ تفسیر پڑھا۔

فراغت کے بعد ملتان میں دینی کتابوں کی دکان کھولی، مگر اس میں نقصان اٹھایا۔ دکان بند کر کے اپنے علاقہ میں آگئے اور بھائیوں کے ساتھ کھیتی باڑی میں مشغول ہوگئے۔ ان کے والد صاحب بار بار کہتے تھے: ”بیٹا! میں نے تمہیں دین کھیتی باڑی کرنے کے لیے نہیں پڑھایا تھا، کھیتی باڑی میں ہاتھ بٹانے کے لیے تمہارے دوسرے بھائی ہیں، تم دین کی خدمت کرو اور علم دین پڑھاؤ۔“ مولانا کو بھی اس کی فکر تھی، مگر کوئی سبیل بن نہیں پا رہی تھی۔ ۱۹۶۶ء میں حیدرآباد آئے اور اپنے کسی دوست کی جگہ پر عارضی طور پر امامت کا منصب سنبھالا، اس کے بعد دوبارہ گاؤں آگئے اور اپنے آبائی پیشہ کھیتی باڑی میں مصروف ہوگئے۔

عارضی امامت کے زمانے میں حیدرآباد والوں سے کچھ راہ و رسم پیدا ہوگئی تھی، اسی بنیاد پر ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد آئے اور طارق کالونی لطیف آباد نمبر: ۵ کی جامع مسجد رحمانیہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ خطابت و امامت کی یہ ذمہ داری ۲۰۰۱ء تک بحسن و خوبی نبھائی۔ ۲۰۰۲ء میں میر فضل ٹاؤن لطیف آباد نمبر: ۹ کی جامع مسجد فضل میں آگئے، وہاں کچھ عرصے امامت کی۔ اس دوران ان کے صاحبزادے مولانا عاصم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے جب فارغ التحصیل ہوئے تو مسجد کی امامت ان کے سپرد کی، مگر دو سال تک جمعہ وعیدین کی خطابت کے فرائض خود ہی انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں اپنے ضعف کی بنا پر یہ ذمہ داری بھی بیٹے کے سپرد کر دی۔

۲۰۰۷ء میں کوئٹہ ٹیکسٹائل ملز کے مالک میاں توقیر صاحب نے مدرسے کے لیے کوٹری انڈسٹریل ایریا نیشنل ہائی وے (اسد آباد) میں واقع گیارہ سو گز کی ایک جگہ مدرسے کے لیے وقف کر کے مولانا رب نوازؒ کے حوالے کی۔ اس سے پہلے یہاں بھینسوں کا باڑہ تھا۔ مولانا رب نواز صاحبؒ نے اس کی صفائی کروائی، اپنے چھوٹے بھائی مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ کو کراچی سے بلوایا، ان کے ساتھ مولانا امان اللہ خالدی اور کراچی کے کچھ دیگر رفقا بھی تھے، کچھ حیدرآباد کے علما بھی تھے۔ ان کی موجودگی میں مدرسے کا سنگ بنیاد رکھا اور ان علما سے دعا کروائی اور مدرسے کی تعمیر شروع کروائی۔ مدرسے کے برابر میں اپنی رہائش کے لیے دو کمروں کی بنیاد بھی رکھی۔ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی نگرانی میں ان کے تعاون سے تعمیر کا کام شروع ہوا۔ عجوہ کوکنگ آئل والوں نے تعمیر میں کافی تعاون کیا۔

اس مدرسے میں درجہ حفظ کی کلاسوں کے ساتھ درجہ متوسطہ تک تعلیم کا انتظام ہے۔ پرائمری تک بچوں کو عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس وقت ۵۰۰ بچے/ بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اساتذہ و دیگر عملہ ۱۷ افراد پر مشتمل ہے۔ ان شاء اللہ! یہ مدرسہ حضرتؒ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ مولانا رب نواز صاحب رحمہ اللہ انتہائی ذاکر و شاغل انسان تھے، معمولات کے انتہائی پابند تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی اپنے معمولات پورے کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت نے اگرچہ باقاعدہ تدریس نہیں کی، مگر علم اور علما سے ہمیشہ اپنا رشتہ جوڑے رکھا۔ اپنی مسجد میں روزانہ عشا کے بعد درسِ قرآن دینے کا ہمیشہ معمول رہا اور ایک سے زائد مرتبہ پورے قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کا درس مکمل کیا۔

تواضع اور فنائیت کا غلبہ تھا، اسی لیے پوری زندگی گوشۂ گمنامی میں بسر کی، کبھی اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا، نہ کبھی کسی منصب و جاہ کی خواہش کی، اگر آپ چاہتے تو بڑے سے بڑے دینی منصب حاصل کر سکتے تھے۔

مولانا رب نواز صاحب رحمہ اللہ کی پہلی بیعت مولانا حافظ محمد موسیٰ جلالپوری رحمہ اللہ سے ہے، اس کے بعد حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کے دامن سے وابستہ ہوئے، ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا دامن تھاما۔ حضرتؒ کی شہادت کے بعد حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ سے وابستہ ہوئے، اور یوں ہمیشہ اپنے آپ کو کسی بزرگ کے حوالے کر کے نہ صرف یہ کہ اپنی اصلاح کی، بلکہ اپنے بعد والوں کو عملاً یہ درس دیا کہ اس پرفتن دور میں اپنے ایمان کی حفاظت اور اپنی اصلاح کسی اللہ والے کی جوتیوں میں بیٹھ کر ہی ہوسکتی ہے، ورنہ بے دینی اور بدعقیدگی کے سیلاب میں بہہ جانے کا خدشہ ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے آپ کو خلافت سے نوازا، مگر آپ نے ہمیشہ اس کو چھپائے رکھا۔ اگر حضرتؒ کے خلفاء کی فہرست میں آپ کا نام شائع نہ ہوتا تو شاید کسی کو پتہ بھی نہ چلتا کہ آپ بھی حضرت شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ مولانا رب نوازؒ تہجد گزار تھے، سفر و حضر میں اس کا خوب اہتمام کرتے۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک مسجد میں بیٹھ کر اذکار و اوراد میں مشغول رہتے۔ اس معمول میں بیماری کی حالت میں فرق نہیں آیا۔ قرآن کریم کی تلاوت خوب ذوق و شوق سے کرتے۔ عام حالات میں دس پارے پڑھنے کا معمول تھا، بیماری اور ضعف کے بعد بھی چار پانچ پارے تلاوت کرلیا کرتے تھے اور رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم مکمل کرنے کا معمول تھا۔ اعتکاف میں اکثر و بیشتر روزانہ دو قرآن کریم بھی پڑھ لیتے تھے۔ مولانا اگرچہ حافظ نہیں تھے، لیکن کثرت سے تلاوت کی بنا پر اتنا قرآن کریم یاد ہوگیا تھا کہ دوسرے کو غلطی بتا سکتے تھے۔

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے ساتھ دو مرتبہ اور حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک مرتبہ اعتکاف کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ زندگی بھر رمضان المبارک کا اعتکاف نہیں چھوٹا، جب گھر میں ہوتے تو اپنی مسجد میں اعتکاف کرتے، حرمین شریفین میں ہوتے تو مسجد نبوی میں اعتکاف کرتے۔

کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ آخر کے چند سالوں میں تو مسلسل رمضان المبارک حرمین میں گزارنے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا انتہائی خوددار انسان تھے، اپنی ضرورت کے لیے کبھی کسی کو نہیں کہا۔ گزشتہ رمضان المبارک میں حرمین میں ہی طبیعت خراب ہوگئی، گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، جس کی وجہ سے ڈیلائسس شروع ہوا، ساتھ ہی سینے میں انفیکشن کی وجہ سے پھیپھڑوں میں بار بار پانی جمع ہوجاتا تھا، کھانا پینا تقریباً چھوٹ گیا تھا، نقاہت و ضعف کے ساتھ بیماری میں اضافہ ہوتا رہا، مگر مولانا صبر و شکر کی تصویر بنے رہے، کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں آیا۔ چھ ہفتے قبل مولانا سے ملنے حیدرآباد جانا ہوا، سخت

تکلیف میں تھے، سانس لینا اور بات کرنا دشوار ہو رہا تھا، مگر اس تکلیف میں بھی ہمارے ساتھ بیٹھے رہے، بار بار اللہ کا شکر ادا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر نعمت عطا کی۔ ہمارا شکریہ ادا کرتے رہے کہ آپ نے اتنی دور آکر مجھ پر احسان کیا، آپ لوگوں سے مل کر مجھے راحت ملی اور میں اپنی تکلیف بھول گیا ہوں۔

وفات سے دو دن قبل اپنے بیٹے مفتی سہیل اور ان کے بچوں سے بات کی اور کہا کہ بیٹے! اب میں بہت تھک گیا ہوں، دعا کریں کہ اللہ ایمان پر خاتمہ فرمادے۔ وفات سے ایک دن قبل اپنے بیٹے کے گھر سے مدرسے آگئے، وہاں ایک ایک کلاس میں گئے، طلبہ کے ساتھ بیٹھے، پھر گھر چلے گئے اور عصر کے وقت اپنے گھر میں ہی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

اگلے دن ظہر کے بعد نمازِ جنازہ مولانا منظور احمد نعمانی نے پڑھائی جو صرف جنازہ میں شرکت کے لیے ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان سے تشریف لائے تھے۔ علمائے کرام کے علاوہ عوام کی ایک بہت بڑی تعداد جنازہ میں شریک ہوئی جو حضرت کی مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔

☆☆☆

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم کی نئی تصنیف

جدید اسلامی معاشیات کا اہم باب اور اسلامک بینکنگ کا ایک حصہ

اسلامی صکوک
تعارف
تحفظات

صفحات 210
عمدہ امپورٹڈ کاغذ

☆ صکوک کا پہلی مرتبہ اردو زبان میں مکمل تعارف
☆ عربی وانگریزی حوالہ جات کے ساتھ

ملنے کے پتے

کراچی: دارالاشاعت، ادارہ اسلامیات، مکتبہ ندوہ، اسلامی کتب خانہ، مکتبہ رشیدیہ، مکتبہ عمر فاروق

راولپنڈی، پشاور: ادارہ غفران، کتب خانہ رشیدیہ، مکتبہ فریدیہ، مکتبہ صفدریہ
دارالاخلاص، مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک، مولانا سجاد حجابی مردان

لاہور، فیصل آباد: ادارہ اسلامیات، مکتبہ رحمانیہ، مکتبہ سید احمد شہید
مکتبہ اہل سنت، مکتبہ اسلامیہ، مکتبہ عارفی

ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، مکتبہ حقانیہ، ادارہ اشاعت الخیر، مکتبہ عمر بن خطابؓ

کہیں نہ ملنے کی صورت میں رابطہ کریں
0323-4382266

ناشر: جامعہ دار التقویٰ الہلال مسجد چوبرجی پارک لاہور
فون: 042-37415559